تذکرۂ قاریانِ بارڈولی

مرتب

مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی

استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گجرات اور علمِ تجوید وقراءات

نوٹ: یہ چند صفحات بندے نے جامعۃ القراءات کفلیتہ کے سیمینار کے موقع پر لکھے تھے، وہ یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

سرزمینِ گجرات کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سعادتوں سے نوازا ہے، یہ وہ خطہ ہے جس کو قافلۂ خیر القرون کی آمد پر میزبانِ اول بننے کی سعادت حاصل ہوئی، سرزمینِ عرب سے دعوتِ حق وصداقت کو لے کر چلنے والے یہ قافلے، مختلف عربی قبائل پر مشتمل ہوتے تھے، ہر ایک کے عربی زبان بولنے کا لب ولہجہ مختلف ہوتا تھا، وہ اپنی آمد کے ساتھ ساتھ قرآنِ مجید کی مختلف قراءتوں کو بھی اپنے ساتھ لائے، جس کے لیے کلامِ رسالت میں واضح فرمان موجود ہے:

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

جن کی تشریف آوری کی برکت سے یہ پورا علاقہ منوّر رہوا، یہ سب حضرات قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کے منشا کے مطابق پڑھنے والے تھے، فرمانِ باری ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً۔

گویا ان متبرک حضرات کی تشریف آوری کے ساتھ ہی اس علاقے میں قرآنِ مجید مع تجوید مختلف قراءات کے ساتھ پڑھا جانے لگا، جس کی مفصل تاریخ مختلف مقالوں میں سننے اور پڑھنے کو ملے گی۔

نوٹ: ان مقالات کا مجموعہ بنام ''تذکرۂ قاریانِ گجرات'' دو جلدوں میں

جامعۃ القراءات، کفلیتہ سے شائع ہو چکا ہے۔

بعد کے دور میں سلاطینِ گجرات کی دینی فکریں بہت ہی مفید ثابت ہوئیں، یہ سلاطین خود بھی علم وفن، صلاح وتقویٰ کے حامل تھے اور مختلف اہلِ فن کے قدرداں بھی تھے، گجرات کے مشہور صاحبِ تقویٰ سلطان مظفر شاہ حلیم۔سلطان محمود بیگڑا کے فرزند۔ کے متعلق مفکرِ اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نقل فرماتے ہیں کہ وہ اصولِ تجوید کا علم رکھتے تھے۔ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر: ۳۰۵)

اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عوام اور علما نیز بادشاہوں تک علمِ تجوید وعلمِ قراءات کے ماہر تھے، اسی کا ثمرہ ہے کہ آج اس خطے میں اور اس خطے کے باشندگان، عالم میں جہاں کہیں ہیں علمِ تجوید وعلمِ قراءات سے تعلق بھی رکھتے ہیں، سیکھنے، سکھانے اور اشاعت کے لیے فکرمند بھی ہیں۔

اگرچہ قرنِ اول سے لے کر آج تک ان دونوں مبارک فن کی جو خدمات ہوئیں، اس کی باضابطہ کوئی تاریخ مرتب نہیں ہو سکی، یہ سیمینار میرے قلیل علم کے مطابق اس سلسلے کی اہم کڑی ہے، اس پر محترم قاری اسماعیل صاحب بسم اللہ مدظلہ واقعی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اِس سلسلے میں ہمارا واقعی حال ایک واقعہ کے ذریعہ عرض کرتا ہوں:

آج سے تقریباً ۳۵/سال پہلے کی بات ہے، دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ سے شائع ہونے والے مشہور رسالہ ''تعمیرِ حیات'' کے اس زمانے کے مدیرِ محترم ''تحریکِ پیامِ انسانیت'' کی نسبت سے گجرات کے دورے پر تشریف لائے تھے، یہاں کے

مدارس، مکاتب کا دورہ کیا، تعلیم وتربیت کا بہترین نظام دیکھا، مدارس میں صفائی اور نظم و ضبط دیکھا، بے حد متأثر ہوئے۔

دورانِ سفر راندیر جامعہ حسینیہ میں بھی حاضری ہوئی، جامعہ حسینیہ میں مدرسین اور علما کے ایک مجمع میں اپنے قلبی تأثرات کو سوالیہ انداز میں پیش کیا:

پورے صوبۂ گجرات میں اتنا زیادہ دینی وعلمی کام ہورہا ہے، پھر بھی صوبے کے باہر کی دنیا کے لوگ آپ کی ان خدمات کو کیوں نہیں پہچانتے؟ جب کہ دوسری جگہوں پر ایک فٹ کام کو دس فٹ بتایا جاتا ہے اور اہلِ گجرات دس فٹ کو ایک فٹ بھی بتانے کے لیے تیار نہیں ہیں؟

یعنی اس کام کی تاریخ جمع نہیں ہوتی، ان کو کتابی شکل میں، مقالوں کی شکل میں لکھا نہیں جاتا۔

پورا مجمع خاموش ہوگیا، اس مجمع میں میرے مشفق محترم قاری یعقوب صاحب مملا بلیشوری ثم بارڈولی ثم ویسماوی۔خطیب جامعہ غریر دبئ۔بھی تشریف فرما تھے، جو ان دنوں جامعہ حسینیہ راندیر میں مدرس تھے، قاری یعقوب صاحب مدظلہ نے جواب عرض کرنے سے پہلے وہاں موجود اپنے اکابر میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحبؒ سے اجازت طلب کی، حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی، محترم قاری یعقوب صاحب نے حقائق کو آشکارا کرنے والا جواب دیا:

جنابِ مدیرِ محترم! ہمارے اکابر میں ایک سے ایک خوبیاں تھیں اور ہمارے اندر عیب یہ ہے کہ ہم میں کوئی صاحبِ قلم نہیں، جو ان خدمات کو قلم کے ذریعہ محفوظ

کرکے آنے والی نسلوں کے لیے رہنما بنائے۔

اللہ کے فضل وکرم سے اب اس سلسلے کے کاموں کا آغاز ہوا ہے،شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس صوبے کے ہر ہر گوشے میں رجال الفکر والدعوۃ کی ایک بڑی تعداد آپ کو ملے گی، جو اپنی قبروں میں اپنے ساتھ بڑی تاریخی یادیں، نصیحتیں لے کر مدفون ہوئے۔

قافلۂ ختمِ نبوت کے امیرِ محترم قاری سید عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم نے ایک موقع پر فرمایا کہ: کام تو بہت ہوا، بہت ہورہا ہے؛لیکن ہم حیوانِ ناطق تو ہیں، اب ضرورت ہے کہ ہم حیوانِ کاتب بھی بنیں۔

بارڈولی اور تجوید وقراءات کی خدمات

گجرات کے ان ہی تاریخی شہروں میں سے ضلع سورت کا ایک مشہور قصبہ بارڈولی ہے، جو ملک کی جنگِ آزادی کے دور میں ولبھ بھائی پٹیل کی تحریکات کی وجہ سے بہت مشہور ہوا، اسی بستی کے قُرّ ا اور نامور مُجوِّ دین کی کچھ تاریخ اس مقالے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں:

(۱) میرے والدِ مرحوم کے حقیقی ماموں

قاری سلیمان ماکڑا،عرف:اسرولیا،معروف:سورتی

(شاگردِ رشید امام الفن حضرت قاری عبدالرحمن صاحب مکیؒ)

ہمارے خاندان میں معروف نام ’’قاری صاحب دادا‘‘۔

نام ونسب

آپ کا اصل نام قاری سلیمان بن فقیر ماکڑا ہے، آبا واجداد بارڈولی کے قریب ایک آبادی میں۔جس کا نام ''اسرولی'' ہے۔کاشت کاری کے مقصد سے ایک طویل عرصے تک مقیم رہے، اسی نسبت سے ''اسرولیا'' سے مشہور ہوئے، آج بھی بارڈولی میں آپ کا خاندان اسی نام سے مشہور ہے، بعد میں مرحوم قاری صاحب کے والد بارڈولی میں مستقل مقیم ہو گئے۔

ولادت وتعلیم

۱۰ر فروری ۱۸۷۹ء بارڈولی میں ہوئی۔

ناظرہ اور حفظ بارڈولی ہی میں کیا، اُس وقت ہمارے یہاں بارڈولی میں ماچھی واڑ محلے میں ''ملاں خاندان'' کے دو حضرات قرآن کی تعلیم کی خدمت انجام دیتے تھے؛ اس لیے ان کو ''میاں صاحب'' کا لقب دیا جاتا تھا۔اس خاندان میں حفاظ اور اہلِ صلاح حضرات ہوا کرتے تھے، بستی میں مسجد کی امامت اور بچوں کو پڑھانے کی خدمت اسی خاندان کے لوگ انجام دیتے تھے، شاید اسی خاندان کے کسی بزرگ سے انھوں نے حفظ کیا تھا، بعد میں کسی مدرسے میں جا کر مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی، جن کی تفاصیل حاصل نہ ہو سکیں، البتہ فنِ تجوید وقراءات میں امام الفن قاری عبد الرحمن صاحب مکیؒ سے تعلیم حاصل کی، روایتِ حفص کے علاوہ سبعہ، عشرہ کی بھی مکمل تعلیم حاصل کی۔ ''تذکرۂ قاریانِ ہند'' میں آپ کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

وطن سورت، قرأت سیکھنے کی خاطر الہ آباد قاری عبدالرحمن مکیؒ کی خدمت میں گئے،

تقریباً سات سال تک قیام کرکے عشرہ کی تکمیل کی، وہ بھی حضرت قاری عبدالرحمن مکیؒ کے حالات سے واقف ہیں، بارڈولی میں رہتے تھے (تذکرۂ قاریانِ ہند: ۳/ ۶۲)

نیز شرحِ فوائدِ مکیہ میں المقری محمد ادریس عاصم نے صفحہ ۳۴ پر آں مرحوم کو حضرت قاری عبدالرحمن مکیؒ کے اجلۂ تلامذہ میں شمار کیا ہے، نیز ''فیضانِ رحمت'' کتاب میں بھی آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

نکاح اور اولاد

اول نکاح بارڈولی ہی میں ہوا تھا، اہلیہ کا نام خدیجہ تھا جن سے یہ اولاد ہوئی:

(۱) شبیر احمد جس کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔

(۲) فاطمہ بی بی جن کا نکاح اپنے بھانجے مولانا عبدالحئ اسماعیل لسنیا المعروف بہ مولانا اچھاؔ سے ہوا تھا۔

(۳) عائشہ بی بی جو احمد علی حافظ جی (برطانیہ) کے نکاح میں ہے۔

دوسرا نکاح افریقہ جانے کے بعد ہوا، اہلیہ کا نام زیتون بی بی تھا، جن سے مندرجۂ ذیل اولاد ہوئی:

(۱) صغریٰ (پیٹرس برگ میں)۔

(۲) رابعہ (۳) مریم، اِن ہی کی زیادہ تر کوششوں سے یہ حالات جمع ہو سکے (دونوں جوہانسبرگ میں ہیں)۔

(۴) مرحومہ اسماء (پورٹ ایلیزابیتھ میں)۔

(۵) پانچ بیٹے تھے، جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

دینی خدمات

تکمیلِ علوم کے بعد دینی خدمات کا آغاز کہاں سے کیا؟ وہ بھی اب تک معلوم نہیں ہوسکا۔

جامعہ ڈابھیل میں تجوید وقراءت کی خدمات

حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکیؒ جن کا دورِ اہتمام ۱۳۳۹ھ میں شروع ہوا، اُس وقت تک حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی ڈابھیل تشریف آوری بھی نہ ہوئی تھی، اُس دور میں قاری سلیمان اسرولیا صاحب کو جامعہ ڈابھیل میں مدرس بنایا گیا؛ لیکن کچھ مدت کے بعد اہلِ بارڈولی اصرار کرکے حضرت قاری صاحب کو واپس بارڈولی لے آئے، اس کے متعلق جامعہ ڈابھیل کی ۱۳۳۹ھ اور ۱۳۴۰ھ کی روئداد کی عبارت ملاحظہ ہو:

اسمِ گرامی	منصب	وظیفہ	کیفیت
قاری سلیمان فقیر بارڈولی والے	مدرسِ پنجم	۰-۰-۴۰	قاری صاحب نے یہاں قلیل مدت تجوید وقرأت کی تعلیم دی، پھر ذمے دارانِ اہلِ قریہ کے بُلاوے پر وہاں تشریف لے گئے، جس پر ہم مغموم ہیں خیر! بحکمِ خدا رمضان کے بعد کسی قاری صاحب کے تعیّن کی تدبیر کی جائے گی

قاری سلیمان صاحب کی افریقہ میں خدمات

باری سبحانہ وتعالیٰ نے ساؤتھ افریقہ میں آپ کی ذات سے دینی خدمات لینا مقدر فرمایا تھا، چنانچہ ۱۹۲۸ء میں محض خدمتِ دین کی نیت سے بحری جہاز کا سفرِ بامشقت طے فرمایا، یہ وہ زمانہ تھا جب افریقہ میں علما کی قلّت تھی، مدارس بھی بہت کم تھے، عام طور سے تجوید وقرأت سے بھی واقفیت نہیں تھی، ایسے دور میں افریقہ کے مشہور شہر ''ڈربن'' پہنچے۔

پھر آپ صوبہ ٹرانسوال۔جس کا جدید نام Gauteng ہے۔منتقل ہوئے، افریقہ کے جن شہروں میں آپ نے خدمات انجام دیں ان کے اسماحسبِ ذیل ہیں:

(۱) پرِٹوریا (Pretoria)
(۲) بیتھل (Bethal)
(۳) سپرِنگس (Springs)
(۴) لیس لِز (Leslie)
(۵) پِٹرس برگ (Pietersburg)
(۶) وین برگ (Wynberg)
(۷) ۱۹۵۷ء میں تقریباً Mia's farm میں مدرس رہے۔

اِن مذکورہ شہروں میں امامت، حفظ، ناظرہ وتجوید کی مثالی خدمات انجام دیں۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد

۱۹۲۸ء سے لے کر ۱۹۷۹ء (یعنی وفات تک) ۵۱ سال سے زائد عرصے

میں تقریباً بائیس سو(۲۲۰۰) طلبہ کو تیار فرمایا، یہ اُس دور کے اعتبار سے قابلِ رشک تعداد ہے۔

مختلف دینی، ملی، رفاہی خدمات

قرآنِ مجید کی خدمت کے ساتھ دیگر علومِ اسلامیہ کی بھی اشاعت کا کام آپ نے انجام دیا "لغتِ عربی" کی اشاعت کی طرف خصوصی توجہ عنایت فرمائی۔

بہت سارے مسلمان آپ کی علمی وروحانی مجلس میں حاضر ہوتے، آپ ان کو پندونصائح سے نوازتے۔

ساتھ ہی مختلف رفاہی خدمات بھی انجام دیں: بارڈولی میں مشہور منارہ والی مسجد کی جب جدید تعمیر ہوئی تو اس کے لیے افریقہ سے چندہ وصول کر کے بھیجا۔

سردی کے موسم میں وضو کے لیے گرم پانی کی مشین "سماوٹ" ۔جس پر بارہ نل لگے ہوئے تھے، اس ۔کا آپ نے اپنے طور پر مسجد میں انتظام فرمایا، جس پر آں مرحوم کا نام مرقوم تھا، جس کو پڑھنا برادرِ محترم حاجی احمد کو یاد ہے، اس سماوٹ اور اس سے تیار شدہ گرم پانی سے بچپن میں وضو کرنا خود راقم الحروف کو بھی یاد پڑتا ہے۔

اوصافِ حمیدہ

(الف) اشاعتِ دین کے لیے مجاہدہ

اُس دور کے افریقہ کے حالات کے پیشِ نظر قرآنِ مجید کی خدمت کے لیے اور اشاعتِ دین، حفاظتِ دین، تبلیغِ دین کی خاطر پورے افریقہ کے دور دراز کے سفر

فرماتے، مسلسل کئی راتیں گھر سے دور گزارتے تھے۔

(ب) طلبہ اور عام مسلمین پر شفقت

حصولِ علم کے لیے آنے والے طلبہ اور عامۃ المسلمین کے ساتھ نہایت محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے، گویا کہ آیتِ کریمہ ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ'' کے اپنے دور میں صحیح مصداق تھے، جس کی وجہ سے علما وعوام میں بہت ہی مشہور تھے، اور حقیقت میں بات بھی یہی ہے کہ معلم کی شفقت اور محبت یہ وہ اوصاف ہیں جو اس کے علم کے عام ہونے کا اور متعلمین کی ترقی کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

''جامعہ ازہر'' مصر کی دعوت

(ج) عربی لب ولہجہ کی ادائیگی کی پختگی اور خوش الحانی

آں مرحوم کو باری سبحانہ وتعالیٰ نے خوش الحانی کی دولت سے نوازا تھا، ساتھ ہی مشق کی پابندی کی وجہ سے آپ کی ادائیگی میں پختگی بھی رہی اور آپ کا لب ولہجہ بالکل عربی انداز کا تھا۔

۱۹۵۳ء میں مصر کے نامور علما وقرا کا ایک وفد ساؤتھ افریقہ آیا، انھوں نے نماز میں آں مرحوم کی قرأت سنی، تو وہ نہ صرف متأثر ہوئے؛ بلکہ آپ کے گرویدہ بھی ہوگئے اور آپ کو مصر قاہرہ میں تدریس کے لیے آنے کی دعوت دی اور اس وفد کے علما آپ کی تمام اسانید سرکاری کارروائی کے لیے لے گئے؛ لیکن آں مرحوم نے افریقہ میں دینی خدمات کا تقاضا سامنے رکھ کر اس پیش کش کو قبول نہ فرمایا۔

آپ کی پُرکیف تلاوت کا منظر

اس دور کی ساؤتھ افریقہ (الافریقة الجنوبية) کی سب سے بڑی جامع مسجد (Grey street Durban) میں جمعہ کی نماز اور خطبہ دیتے تھے، آپ کی پُرکیف تلاوت سے جمعہ کی نماز میں پورا مجمع روتا تھا۔

تراویح سنانے کا معمول

تقریباً ہر سال مکمل قرآنِ مجید تراویح میں سنانے کا معمول رہا، جس مسجد میں آپ کی تراویح طے ہوتی، دور و دراز سے لوگ آپ کی اقتدا کے لیے جمع ہوجاتے، جس کی وجہ سے مسجد میں جگہ نہ رہتی، تراویح میں ایک قرآن کی تکمیل کے بعد، سالہا سال تک ۲۷/رمضان کی شب میں ایک رات میں مکمل قرآن سنانے کا معمول رہا، جس میں پورے صوبۂ ٹرانسوال کے لوگ جمع ہوجاتے۔

باوجاہت شخصیت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بارعب اور وجیہ شخصیت سے نوازا تھا، گویا آپ "بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" کے مصداق تھے، چہرے پر قرآنِ مجید کے انوار جگمگاتے ہوتے، سر پر کانجی والی اونچی ٹوپی پہنتے، جس سے وجاہت میں اور اضافہ ہوجاتا، آپ ہمیشہ سچ بات بولنے کے عادی تھے۔

آپ کی محبوبیت کا ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ کسی جگہ پیدل تشریف لے جارہے تھے تو کسی افریقی رنگ والے

چور نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کا کچھ مال لوٹ لیا، یہ بات آناً فاناً پھیل گئی، تھوڑی دیر میں بہت سارے افریقی لوگوں کا ہجوم جمع ہوگیا اور اس چور کو پکڑ کر لے آئے، سارا مال اس کے پاس سے واپس کروایا اور مجمع نے اس کی سخت تعزیر کی۔

پورے مجمع کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ یہ چور بڑا مجرم ہے؛ اس لیے کہ اس نے ہمارے ایک مؤقر استاذ اور اللہ کے ولی کی گستاخی کی ہے، ان سب کے باوجود حضرت قاری صاحبؒ نے اس کو معاف کردیا۔

آپ کا کتب خانہ

بارڈولی میں آپ کی ذاتی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا، جو اُس دور میں مواصلات کی دشواری کی وجہ سے افریقہ منتقل نہیں ہوسکا، ہندوستان میں اس زمانے میں مرحوم کے وُرثا میں آپ کے داماد کے انتقال کے بعد اب تک کوئی ذی علم نہ ہوا، جس کی وجہ وہ کتب خانہ مختلف لوگوں کے ہاتھ میں منتشر ہوکر ضائع ہوگیا؛ البتہ تین قیمتی چیزیں اس میں سے بندے کے ہاتھ لگیں:

(۱) ہاتھ سے دو رنگ سے کتابت کیا ہوا قرآنِ مجید۔

(۲) ہاتھ سے کتابت کی ہوئی علامہ جزریؒ کی ''طیبۃ النشر'' کی شرح۔

(۳) فنِ تجوید وقراءات پر کتاب ''جهد المقل'' اور ''بیان جهد المقل''، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حاشیہ والا ایک رسالہ؛ ان تینوں کا ایک مجموعہ۔

اُس دور میں یہ کتاب ''جهد المقل'' نایاب تھی، بندے نے یہ نسخہ لاکر اپنے رفیقِ تدریس قاری محمد رضوان صاحب کو دکھایا تو وہ اس کو دیکھ کر جھوم اٹھے۔

آپ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی مختلف آیات اور مختلف دینی کلمات کے کتبے افریقہ میں آپ کی صاحب زادی کے پاس موجود ہیں۔

معاشرت میں دین داری

آپ نے یہاں ہندوستان میں اپنی صاحب زادی کا نکاح اپنے حقیقی بھانجے مولانا عبدالحئ اسماعیل لسنیا اچھا صاحب سے کروایا، ان کا تکیۂ کلام ''اچھا اچھا'' ہونے کی وجہ سے ہمارے یہاں بارڈولی میں ''مولانا اچھا'' ہی کے نام سے مشہور ہوئے اور آج تک یہ خاندان اسی نام سے مشہور ہے، آپ کے یہ بھانجے عالمِ دین تھے، آپ نے محض دین داری کی وجہ سے اپنی بیٹی کا نکاح بھانجے مولانا سے کروایا تھا۔

مُلکِ افریقہ کی آزادی کی جنگ اور قاری صاحب کی خدمات

جب افریقہ کی تحریکِ آزادی شباب پر پہنچی اور مختلف تنظیمیں اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں اس وقت ''انڈین ٹرانسوال کانگریس'' کے پلیٹ فارم سے آپ نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا، اس کے جلسے کی ابتدا آپ کی قرأت سے اور اختتام آپ کی دعا پر ہوتا۔

وطن کا سفر

افریقہ سے کئی مرتبہ وطن تشریف لاتے رہے، تقریباً ۱۹۶۰ء میں ہندوستان کا ایک سفر ہوا، اس وقت میرے والدِ مرحوم قاری سلیمان صاحب ڈابھیل میں مقیم تھے، تو والد صاحب کے ماموں یعنی قاری سلیمان اسرولیا صاحب بھانجے کے یہاں ڈابھیل

تشریف لائے اور کچھ وقت قیام فرمایا اور ڈابھیل اونچا محلے کی مسجد میں قاری صاحب نے جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھائی، جس کا منظر راقم الحروف کے بڑے بھائی حاجی احمد صاحب کو برابر یاد ہے۔

پھر ۴۷، ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کا آخری سفر ہوا، اس وقت بھی بارڈولی کی مینارہ والی مسجد میں جمعہ کی نماز اور خطبہ پڑھایا۔

زندگی کے آخری ایام اور حسنِ خاتمہ

آں مرحوم کو باری تعالیٰ نے شمسی حساب سے ۱۰۰؍سال کی عمر عطا فرمائی، بالکل آخری زمانے میں حافظے میں کمزوری آگئی تھی، اس کے باوجود صحت کے ساتھ مسلسل قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے تھے، یہ آپ کی بیّن کرامت تھی۔

مؤرخہ: ۱۲؍ربیع الاول مطابق ۹؍فروری ۱۹۷۹ء بروز جمعہ جوہانسبرگ میں آپ کا انتقال ہوا۔

قرآنِ مجید کی خدمات کی برکت سے باری سبحانہ وتعالیٰ نے جمعہ کے مبارک دن میں وفات عطا فرمائی، ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء- اللهم اغفره وارحمه وأدخله الجنة۔

جوہانسبرگ کے New Clare کے قبرستان میں آں مرحوم مدفون ہیں۔

(۲) محترم حافظ قاری مولوی محمود صالح پانڈور

ولادت وتعلیم

۱۹۱۰ء میں آپ کی ولادت بارڈولی ضلع سورت میں ہوئی۔

اولاً بارڈولی ہی میں مولانا عبد الرحیم میاں صاحبؒ سے حفظ کیا، پھر راندیر دار العلوم اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی، پھر جامعہ ڈابھیل تشریف لائے، ۱۳۵۴ھ میں دورۂ حدیث سے تکمیل کی۔

محدثِ وقت حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور اس دور کے دیگر اکابرینِ جامعہ سے علم حاصل کیا، فنِ تجوید میں مہارت قاری محمد یامین صاحب سہارنپوریؒ سے حاصل کی۔

تعلیمی کیفیت

آپ کی تعلیمی کیفیت کے متعلق جامعہ ڈابھیل کے قدیم دفاتر میں جو عبارت ہے وہ درجِ ذیل ہے:

قاری محمود بن صالح بارڈولی، سنِ داخلہ معلوم نہیں۔ تکمیلِ تجوید: ۱۳۵۳ھ، زمانہ قاری محمد یامین صاحب سہارنپوری۔

پڑھی ہوئی کتابیں:

(۱) المقدمۃ الجزریۃ (۲) تحفۃ الاطفال (۳) بدایۃ المستفید (۴) جمال القرآن (۵) مفید الاطفال (۶) فوائدِ مکیہ۔

روایت: روایتِ حفص۔

اپنے بڑوں کے منظورِ نظر

زمانۂ طالبِ علمی ہی میں اپنے بڑوں کے منظورِ نظر رہے، آپ اپنے استاذِ محترم علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے کاتب تھے، علمی تحریرات کے ساتھ، گھریلو حسابات کی خدمت بھی آپ کے سپرد تھی، اُس دور کے جامعہ ڈابھیل کے مہتمم حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکیؒ کے خاص معتمد تھے، مدرسہ کے بہت سارے حسابات اور ڈاک حضرت مہتممؒ صاحب ان ہی سے لکھواتے تھے۔

نکاح اور اولاد

آں مرحوم کی ایک بیوی بارڈولی ہی کی تھی، جن سے سات اولاد ہوئی:

(۱) اسماعیل بھائی پانڈور، جن کی تلاوت اور امامت میں مرحوم والد صاحب کے لب و لہجے کا کچھ اثر نمایاں ہے۔

(۲) فاطمہ۔ جو لنڈن میں مقیم مولانا محمد باٹھا صاحب کے نکاح میں ہے، مولانا بڑے جید عالم اور خادمِ ختمِ نبوت ہیں، حضرت مدنیؒ کے عاشقِ زار، ان کے حضرت مدنیؒ سے عشق کا عجیب واقعہ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ نے اپنی کتاب ''لالہ وگل'' میں نقل فرمایا ہے۔

(۳) عائشہ۔

(۴) حفصہ، جو میرے خالہ زاد بھائی حاجی یوسف علی کے نکاح میں ہے۔

نوٹ: دیگر اولاد کے نام اور ان کی تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں جو بچپن میں ہی وفات پاگئے۔

دوسرا نکاح ''کھولوَڈ'' میں ہوا، ان سے ایک صاحب زادے کی ولادت ہوئی: حاجی یونس پانڈور صاحب، جو اس وقت ٹورنٹو، کنیڈا میں مقیم ہیں۔

نوٹ: دیگر اولاد کے نام اور تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں۔

دینی خدمات

تکمیل کے بعد بارڈولی، ترکیسر اور کھولوَڈ میں دینی خدمات انجام دیں، تقریباً ۱۹۴۱ء میں جادوت فیملی کے اصرار پر حضرت مولانا اشرف صاحب راندیریؒ کے مشورے سے برما تشریف لے گئے، مولمین (Moulmein) کی سورتی مسجد میں خطیب اور امام مقرر ہوئے (مرتب بندہ محمود بھی اس مسجد کی زیارت کر چکا ہے)۔

بعد میں اسی شہر میں آپ نے یتیم خانہ اور مدرسہ قائم فرمایا، جمعیتِ علمائے برما کے سیکریٹری اور بعد میں صدر بھی منتخب ہوئے، ۱۹۵۹ء میں برما سے حجِ بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، مدینۂ منورہ میں اپنے استاذ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

آپ کے اوصاف وکمالات

اپنے استاذِ مرحوم حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے طرز پر تقریر وخطابت فرماتے تھے، آپ کا خطاب پُرمغز ہوا کرتا تھا، میرے رشتے کے ماموں داؤد بھائی گجیا کا بیان

ہے کہ ہمارے بارڈولی کے ایک آدمی کے نکاح کے موقع پر مینارہ مسجد کے صحن میں آپ نے تقریر فرمائی، اس میں غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں موجود تھے، جس میں بارڈولی کی مشہور بی اے بی ایس (B.A.B.S) ہائی اسکول کے نامور پرنسپل ''جناب بھیم بھائی دیسائی بھی'' موجود تھے، جن کو صدرِ جمہوریہ ہند کی طرف سے تعلیمی کارکردگی پر ایوارڈ ملا تھا، وہ آپ کی تقریر سن کر بے حد متأثر ہوئے اور بار بار لوگوں سے کہتے ''میں نے ایسی تقریر زندگی میں کسی سے نہیں سنی''۔

آپ کو بہشتی زیور زبانی یاد تھی اور زبانی ہی اس کا درس دیا کرتے تھے، جمعہ کا خطبہ بھی عام طور پر زبانی ہی پڑھتے تھے، قرآن بہت عمدہ پڑھتے تھے اور جید حافظ تھے، سالہا سال تک تراویح سنانے کا معمول رہا، پورا سال روزانہ عشا کے بعد دو پارے مکمل تجوید کی رعایت کے ساتھ اپنی اہلیہ محترمہ کو سنایا کرتے تھے۔

ہندوستان کی جنگِ آزادی میں آپ کا حصہ

برما کے سفر سے پہلے کانگریس کے پلیٹ فارم سے آزادی کی تحریکات میں بھی حصہ لیتے رہے، ۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا، اُس وقت وطن ہندوستان آئے ہوئے تھے۔

آزادی کے بعد فوراً پورے ملک کے ہر شہر میں جشنِ آزادی منایا جا رہا تھا، ہمارے بارڈولی کے پولس اسٹیشن کے احاطے میں حکومتی طور پر جشنِ آزادی منایا گیا، پرچم کشائی کے لیے یہ تجویز آئی کہ سب سے پہلے پرچم کشائی بارڈولی کی کسی مؤقر شخصیت سے کرائی جائے، چنانچہ ہندو، مسلم سب نے مل کر قاری محمود صالح صاحب کا

نام تجویز کیا اور آپ کے ہاتھ سے پرچم کشائی ہوئی۔

یہ واقعہ مجھے مرحوم کے صاحب زادے اسماعیل بھائی نے خود سنایا۔

قرآن کی برکت سے جِن کے گھر سے بھاگنے کا عجیب واقعہ

آپ کے فرزند حاجی یونس صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۴۲ء میں جب دوسری عالمی جنگ زوروں پر تھی تو برما میں لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے جنگلوں میں چھپ جاتے تھے۔

کسی ایک مسلمان گھرانے میں ایک کم سن بچی پر جِن کا اثر ہو گیا اور لڑکی اور اس کے گھر والے بہت پریشان رہنے لگے، حضرت قاری صاحب باضابطہ عامل نہیں تھے؛ لیکن اس بچی کی پریشانی کی وجہ سے اس کے اہلِ خاندان کے اصرار پر حضرت جنگل میں تشریف لے گئے، وہ جن اس لڑکی پر حاضر ہوا اور اس نے قاری صاحب سے مندرجۂ ذیل گفتگو کی:

سوال: اس بچی کو آپ کیوں پریشان کرتے ہو؟

جواب: اس نے ہماری جگہ پر پیشاب کیا تھا۔

سوال: اس کم عمر بے چاری بچی کو کیا معلوم کہ یہ تمھاری جگہ ہے، تم بلا وجہ کیوں پریشان کرتے ہو؟

اس جن سے کوئی جواب نہ بن پایا، آخر اس جن نے خود درخواست کی کہ آپ مجھے قرآن پڑھ کر سنایئے، قاری صاحب نے پر کیف لہجے میں سورۂ جن کی تلاوت فرمائی، جس سے وہ جن بہت متأثر ہوا اور توبہ کر کے چلا گیا۔

زندگی کے آخری ایام اور وفات

۱۹۵۹ء میں سفرِ حج سے واپسی کے بعد میمو (Maymo) شہر میں منتقل ہوئے اور وہاں قرآنِ مجید کی خدمت انجام دیتے ہوئے ۱۹۶۲ء میں وفات پائی اور وہیں آپ کا مزار بنا اور آپ اس بشارت کے مصداق بنے ''جس نے غریب الوطنی میں وفات پائی سو وہ شہید ہے''۔

آپ کے لقب میں ''مفتی'' کا لفظ بھی ہے، اس کی تحقیق نہ ہوسکی۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے ''سفرنامۂ برما'' میں آپ کا تذکرہ

سفرنامۂ برما کے صفحہ: ۵۸ پر لکھا ہے کہ: حضرت مولانا محمود پانڈور صاحب کی درخواست پر حضرت مہتمم صاحب نے ان کے مدرسہ ''مدرسہ یتیم خانہ اسلامیہ'' مولمین کا معائنہ فرمایا، مولانا پانڈور صاحب نے اہلِ مولمین کو حضرت کی تشریف آوری پر مبارک بادی دی اور حضرت کا شکریہ ادا کیا، مولانا موصوف نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ سے پڑھا؛ اس لیے غایت درجہ تعلق کا اظہار کیا۔

نوٹ: مرتب بندہ ''محمود'' کی تحقیق کے مطابق قاری صاحبؒ نے حضرت علامہ کشمیریؒ سے نہیں پڑھا، واللہ اعلم۔

(۳) قاری سلیمان بن موسیٰ سورتی ثم وانکانیری

آپ کا خاندان کسی زمانے میں سورت شہر میں تھا، کسی نواب صاحب کے مظالم کی وجہ سے ''وانکانیر'' منتقل ہوا، اس وجہ سے آپ کے خاندان کی نسبت ''سورتی'' مشہور ہوئی۔

ولادت و تعلیم

پاسپورٹ کے مطابق آپ کی ولادت ۱۲؍ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ بہ مطابق ۹؍دسمبر ۱۹۲۴ء بہ مقام وانکانیر، ضلع سورت میں ہوئی۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الصمد صاحب وانکانیری۔بانی: دارالیتامیٰ بھروچ۔کے چھوٹے بھائی ہوتے ہیں۔

ناظرہ کی تکمیل کے بعد بارڈولی ہی میں مولوی اشرف اور ابراہیم حافظ جی کے مرحوم والد حافظ محمد عرف حافظ صاحب سے حفظ مکمل کیا۔

تکمیلِ حفظ کے بعد جامعہ ڈابھیل میں تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔

بندے نے مولانا ارشد کوکنی صاحب۔مدرس: مدرسہ حسینیہ شری وردھن، کوکن۔ کے واسطے سے بذریعۂ ٹیلی فون معلومات حاصل کی تھی تو حضرت مولانا شوکت صاحب کوکنیؒ۔خطیب: جامع مسجد ممبئی۔نے بتایا تھا کہ: قاری سلیمان سورتی دارالعلوم دیوبند میں میرے ہم درس رہے ہیں۔

اِس مقالہ کی اول اشاعت کے کچھ دنوں بعد بمبئی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء

بوڑد کی رکنیت کی وجہ سے بورڈ کی خصوصی مجلس میں حاضری ہوئی تو خود حضرت مولانا شوکت صاحبؒ سے بندے نے اس بات کی تصدیق حاصل کی۔

نیز مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تجوید کی تعلیم حاصل کی، آپ کے تجوید کے اساتذہ میں قاری عبد المعبود صاحب (المتوفی ۱۳۸۲ھ) اور قاری الطاف صاحب دو نام مل سکے ہیں۔

آپ کے داماد جناب عبد الحق سورتی صاحب کے پاس انگریزی میں مدرسہ فرقانیہ سے دیا گیا سرٹیفکیٹ (LC) ہے (غالباً برطانیہ کی ویزا کے لیے بنایا گیا تھا) اُس میں لکھا ہے کہ: مؤرخہ: ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۳ء سے لے کر مؤرخہ: ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء تک قاری سلیمان فرقانیہ میں تھے، دستخط خالد احمد۔

اولاد

آپ کے چار صاحب زادے تھے: (۱) عبد الرشید (۲) سعید (۳) عبد الحیؑ (۴) سلیم (قاری مولوی مفتی اویس بنگ بارڈولی کے بہنوئی) اور ایک صاحب زادی رشیدہ خاتون۔

خدمات

مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تعلیم کے زمانے میں ''احاطۂ محمد اسحاق'' میں ایک مسجد میں امامت کراتے تھے۔

اس کے بعد راندیر میں کسی مسجد میں امامت کی خدمت انجام دی، پھر ہمارے جامعہ ڈابھیل کے مہتمم میرے مشفق حضرت مولانا محمد سعید بزرگ صاحبؒ ان کو سملک

لے آئے، ۲۸ ؍سال تک مسلسل سملک مسجد میں امامت اور مکتب کی تعلیم دیتے رہے، رمضان میں کئی سال اکیلے تراویح بھی سنائی، ایسا بھی ہوتا تھا کہ مکمل قرآن سنانے میں ایک مرتبہ بھی غلطی نہ ہوتی۔

آپ کے تلامذہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے، میرے استاذ قاری عبدالرحمن بزرگ - نائب مہتمم: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل - اور برادرِ مکرم بھائی احمد صاحب بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۸ ؍جون ۱۹۷۵ء کو داماد عبدالحق بھائی سورتی کے اصرار پر برطانیہ تشریف لے گئے اور وولسول اور لندن شہر سٹامفورڈ ہل (Stamford Hill) میں امامت، مکتب ودیگر دینی خدمات انجام دیں۔

اکابر سے تعلق

اولاً حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوئے تھے۔

حضرت مدنیؒ سے بھی تعلق رہا، حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ عیدالفطر کے موقع پر حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے ''شیر خورما'' پلایا اور اپنے مبارک ہاتھ سے عیدی عنایت فرمائی۔

خصوصی اوصاف

نرم مزاج، بڑے صبر کرنے والے تھے، اہلیہ مرحومہ ''حوابی بی'' طویل عرصے تک بیمار رہی، قاری صاحب برابر صبر فرماتے رہے، قلیل تنخواہ پر گزارا کرتے، حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگؒ ان کا خصوصی خیال رکھتے۔

نماز باجماعت اور تکبیرِ اولیٰ کے بڑے پابند تھے، طلبہ کی تعلیم کا بہت فکر رہتا تھا، مدرسہ اور امامت کے اوقات کے بے مثال پابند تھے۔

بہت اطمینان کے ساتھ متوسط آواز سے پُرکشش لہجے میں نماز میں قرآن پڑھتے، خصوصاً فجر کی نماز میں آپ کی تلاوت سننے کے قابل ہوتی۔

لطائف نوکِ زبان ہوتے، بولنے کا انداز بھی بڑا لطیف تھا۔

ایک لطیفہ

ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ناظمِ کتب خانہ، ابوالقراء مولانا موسیٰ صاحب بھڑکودروی مدظلہ۔جن کی کوششوں سے قاری سورتی صاحب کے حالات جمع کرنے میں بڑی مدد ملی، سملک میں قاری سورتی صاحب کے پڑوسی رہ چکے ہیں۔فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ سملک میں کسی دعوت میں ہم دونوں ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے، گجرات میں دوپہر کی دعوت میں عام طور پر دال چاول پکائے جاتے ہیں، اُس دعوت میں یہی کھانا تھا، قاری سلیمان صاحب مرحوم نے دال کے برتن میں دو تین مرتبہ چمچہ گھما کر فرمایا: مولانا موسیٰ! دال بے ایمان ہے (یعنی بغیر گوشت والی ہے)۔

نوٹ: بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ امام الفن قاری عبدالرحمن صاحب مکیؒ کے شاگردوں میں جس قاری سلیمان سورتی کا تذکرہ ہے، اس سے قاری سلیمان صاحب سورتی وانکانیری مراد ہے؛ لیکن یہ غلط ہے؛ اس لیے کہ قاری سلیمان سورتی کی ولادت سنہ ۱۳۴۳ھ میں ہوئی ہے، جب کہ امام الفن قاری عبدالرحمن مکیؒ کی وفات سنہ ۱۳۵۰ھ میں ہوئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ قاری عبدالرحمن صاحب مکیؒ کے شاگرد ''قاری سلیمان اسرولیا''

ہے جو ضلع کی نسبت سے سورتی لکھے گئے ہیں، جن کا تذکرہ پیچھے گذر چکا۔

مؤرخہ ۲۵/جمادی الآخر ۱۴۰۹ھ مطابق ۳/فروری ۱۹۷۹ء بروز سنیچر آپؒ کی وفات ہوئی۔

(۴) قاری ابراہیم احمد اَچھالا

آں مرحوم بارڈولی ہی میں پیدا ہوئے، تجوید کی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حاصل کی، پوری زندگی قرآن کی خدمت میں گزاردی، کثرتِ تلاوت کے پابند تھے، راقم الحروف کو بچپن میں ان کا نورانی چہرہ دیکھنا خوب اچھی طرح یاد ہے۔

آپ کے شاگردوں میں مولانا عبدالخالق موسیٰ، مولانا خلیل ٹکولیا، قاری نور صاحب، حافظ عبدالحق ٹکولیا اور حافظ سلیمان پٹیل قابلِ ذکر ہیں۔

سالہا سال تک مکمل تراویح پڑھائی، آپ کی اولاد بارڈولی میں ''قاری'' کی نسبت سے معروف ہیں، صالح قاری، عاصم قاری وغیرہ۔

برادرِ مکرم مفتی قاری حافظ مولوی ابراہیم گجیا۔ ناظم: دارالاحسان بارڈولی۔ کے حقیقی خالو تھے۔

بہت کچھ کوشش کے باوجود ان کے مزید حالات ہم کو مل نہ سکے۔

❁❁❁❁

دیگر قاریانِ بارڈولی ایک نظر میں

اسمائے گرامی	خاندانی نسبت	روایت	استاد	مدرسہ	سنِ تکمیل
قاری عبدالخالق بن ابراہیم بن محمد	موسیٰ انڈے والے	روایتِ حفص قراءاتِ سبعہ	قاری الطاف صاحبؒ قاری سابق صاحبؒ	مدرسہ عالیہ فرقانیہ // لکھنؤ	۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء
قاری خلیل بن محمود بن صالح	ٹکولیہ	روایتِ حفص	قاری محبّ الدین قاری رمضانؒ	مدرسہ عالیہ فرقانیہ و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل	۱۹۷۱ء
قاری حسین بن اسماعیل بن موسیٰ	علی بھائی	روایتِ حفص	قاری مشتاق صاحبؒ	مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ	۱۹۷۱ء
قاری زکی بن عبدالحئ بن سلیمان	لونت	//	قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین	-
قاری محمود بن مولانا سلیمان	حافظ جی	سبعہ	//	//	-
قاری اویس بن صالح بن عبدالحئ	بنگ	//	//	//	-
قاری آصف بن عبدالمجید	رنگریز	//	//	//	-
قاری طاہر بن مولانا خلیل	ٹکولیہ	//	//	//	-
قاری فیصل بن غلام	لونت	روایتِ حفص	قاری اسماعیل بسم اللہ قاری مظہر لاجپوری	صوفی باغ سورت	-
قاری زین العابدین بن حنیف	لونت (کانٹی والا)	//	قاری صدیق جوگواڑی	//	-
قاری اویس	بھانا	//	//	//	-
قاری نعیم بن سعید	بودی	//	//	//	-
قاری آصف	کاغذی	روایتِ حفص	قاری صدیق جوگواڑی	صوفی باغ سورت	-

قاری نور	گھڑیالی	//	ـ	دارالعلوم دیوبند	ـ
قاری و مفتی ابراہیم بن محمد (ناظم: دارالاحسان بارڈولی)	گجیا	//	قاری صدیق صاحب سانسرودی دامت برکاتہم	فلاح دارین ترکیسر	ـ
قاری اسحاق بن مولانا زکی	لونت	عشرۂ صغیر کبیر، سبعہ، حفص	//	//	ـ
قاری اقبال بن قاری نور	گھڑیالی	قراءاتِ سبعہ	قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل	ـ
قاری زید بن شہاب الدین	ملتانی	روایتِ حفص	قاری ثناء اللہ صاحب	جامعۃ القراءات کفلیتہ	ـ
قاری اسماعیل بن مولانا زکی	لونت	قراءاتِ سبعہ	قاری صلاح الدین صاحب	دارالاحسان بارڈولی	ـ
قاری عبدالحیٔ بن مولانا زکی	//	//	//	//	ـ
قاری افضل بن عبدالمجید	رنگریز	//	//	//	ـ
قاری سہیل بن مولانا سعید	پٹیل	//	//	//	ـ
قاری اعزاز بن عبدالحیٔ	کاریا	حفص	قاری صدیق جوگواڑی	صوفی باغ سورت	ـ
قاری عبداللہ بن حاجی احمد	حافظ جی	//	قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل	ـ
قاری محبوب بن انیس	رنگریز	سبعہ	قاری صلاح الدین صاحب	دارالاحسان بارڈولی	ـ
قاری غلام	فینسی	حفص	قاری عباس دھرمپوریؒ	جامعہ ڈابھیل	ـ
قاری اسماعیل مبین	بودی	تجوید	قاری صالح جوگواڑی		ـ

نوٹ: اس مقالے کا پورا مضمون متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا، مقالے کا مابقی حصہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

خِتَامُهٗ مِسْک

حضرت الاستاذ شیخ القراء امام الفن علّامۂ تجوید وقراءات قاری ومقری حضرت قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم کا فیض

محترم حضرات! آپ نے مختلف مقالات میں سن لیا کہ صوبۂ گجرات میں فنِ تجوید اور فنِ قراءات قرنِ اول ہی سے آچکے تھے؛ لیکن ماضی قریب میں یہ فنِ قراءات چند اشخاص اور چند افراد تک محدود ہو کر رہ گیا تھا، اس کی ترویج وتشہیر کے لیے باعتبارِ ادارہ مرکز بننے کی سعادت مادرِ علمی دار العلوم ثانی، ازہرِ ثالث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک کو حاصل ہوئی، گویا اس فن کو شہرت دینے میں جامعہ کو سبقت حاصل ہے۔

اور باعتبارِ شخصیت حضرت قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سب سے مقدم مقام رکھتے ہیں، جامعہ ڈابھیل کے تاریخ ساز سابق مہتمم: حضرت مولانا محمد سعید بزرگؒ کی کوششوں کی برکت سے حضرت قاری صاحب جامعہ میں تشریف لائے اور فنِ تجوید وقراءات کی مثالی خدمات انجام دیں، جامعہ کے در و دیوار اور اس کے گوشے گوشے مشق کی آوازوں سے گونجنے لگیں، آپ کے تلامذہ عالم کے پانچوں برِّ اعظم میں اس وقت فنِ تجوید کی تاریخی خدمات انجام دے رہے ہیں، گویا حضرت والا کی شخصیت "أُمَّةٌ عَظِيمَةٌ" کی مصداق بن گئی ہے۔

عالَم کے پانچوں برِّ اعظم میں حضرت قاری صاحب کا فیض

دنیا کے نقشے کو اٹھا کر ذرا غور سے دیکھیے! ہر روز جو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی اول کرنوں سے اقصائے مشرق کے ممالک: فیجی اور نیوزی لینڈ مستفید ہوتے ہیں اور روزانہ غروب ہوتا ہے تو اس کی کرنوں سے اقصائے مغرب کے ممالک میں اہلِ امریکہ سب سے اخیر میں مستفید ہوتے ہیں اور عالم کا وسط یعنی بلادِ حرمین الشریفین کو سامنے رکھو تو برطانیہ اور یورپی ممالک عالم کا یمین معلوم ہوتے ہیں اور ساؤتھ افریقہ عالم کا شمال معلوم ہوتا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے مجھے میرے مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کی برکت سے آپ ہی کی معیت میں چہار دانگ ِعالم: پانچوں برِّ اعظم میں دین کی نسبت سے سفر کی سعادت حاصل ہوئی، میں اپنے ناقص مشاہدات کی روشنی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو گواہ بنا کر لکھ رہا ہوں کہ پانچوں برِّ اعظم میں حضرت قاری صاحب مدظلہ کا فیض جاری وساری ہے۔

جب نیوزی لینڈ کا سفر ہوا تو وہاں کی مشہور بڑی مسجد: مسجدِ عمر کے امام قاری محمد پٹیل صاحب سے ملاقات ہوئی، جو کفلیتہ بستی ہی کے اصل باشندے ہیں اور ہمارے جامعہ ڈابھیل کے فاضل ہیں، انھوں نے حضرت قاری صاحب سے فنِ تجوید وقراءات حاصل کیا ہے۔

قاری محمد صاحب اس ملک میں مقیم: فلسطین، مصر، الجزائر اور دیگر ممالک کے مسلمان نوجوانوں کو تجوید سے قرآن پڑھاتے ہیں، راقم الحروف کو جامعہ ڈابھیل کی اپنی تدریس کے دوسرے سال قاری محمد صاحب اوران کے رفقا کو ترجمۂ قرآن مجید پڑھانے

کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اس نسبت سے انھوں نے اپنے تلامذہ کی جماعت کے سامنے بندے کا تعارف عربی، انگریزی مخلوط زبان میں اس طرح کروایا کہ: یہ میرے قرآن کے استاذ ہیں، بس! ان کے تلامذہ کی جماعت مجھ پر ٹوٹ پڑی اور میرے ہاتھ اور پیشانی کو چومنے لگے، اس میں سے ایک بڑا شریف شکل وصورت کا عربی نوجوان قاری محمد صاحب کی طرف اشارہ کر کے مجھے کہنے لگا:

هٰذا تِلْمِيْذُ كَ الْبَارُّ أَيْ أُسْتَاذِي الشَّيْخُ مُحَمَّدٌ أَجْوَدُ فِي قِرَاءَاتِ الْقُرْاٰنِ فِي هٰذِهِ الْبِلَادِ۔

یہ جملہ سن کر مجھے بے انتہا مسرت ہوئی کہ حقیقتاً حضرت الاستاذ حضرت قاری صاحب مدظلہ کا یہ فیض اقصائے مشرق کے ان بلاد میں بھی برابر جاری ہے۔

اقصائے مغرب کے ممالک: امریکہ، کنیڈا، پناما، چیلی وغیرہ میں آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی جماعت موجود ہے، جن میں سے آپ کے ایک نامور تلمیذ رشید صدیقِ محترم قاری یوسف بھولا صاحب بھی ہے، جو محض اس سیمینار (مراد: کفلیتہ کا وہ سیمینار ہے جس کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا تھا) میں شرکت کی غرض سے امریکہ سے طویل ترین سفر فرما کر اس کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

برطانیہ کا کونسا شہر اور دارالعلوم ایسا ہے جہاں حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے تلامذہ نہ ہوں اور ساؤتھ افریقہ کا تو کہنا ہی کیا؟ وہاں کی مساجد، مدارس، جامعات میں حضرت قاری صاحب کے تلامذہ کی ایک فوج خدمتِ دین میں مشغول ہے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف کی افریقہ کے ملک زمبابوے کے شہر ''حرارے'' میں حاضری ہوئی، عشا کی نماز کے بعد وہاں کی ایک مشہور مسجد میں دینی بات عرض کرنا طے

تھا، مجلس کے آغاز میں ایک بلالی النسل نوجوان نے غالباً امام نافعؒ کی روایت سے بہت عمدہ لہجے میں قرآنِ مجید کی تلاوت کی، پورا مجمع جھوم رہا تھا، اللہ! اللہ! اور ماشاء اللہ! کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، قرآن کی برکت سے مجمع کے ساتھ ساتھ اس بندۂ ضعیف پر بھی رقت طاری ہوئی، آنکھ میں آنسو جاری ہوئے، تلاوت مکمل ہونے پر لوگ مصافحہ اور مبارکبادی کے لیے اٹھے، بندے نے بھی دینی باتیں شروع کرنے سے پہلے ان قاری صاحب سے مصافحہ کیا، مبارک بادی پیش کی۔

پھر انگریزی میں ان سے دریافت کیا کہ: آپ نے فنِ تجوید وقراءات کہاں حاصل کیا؟ ان کے جواب سے میں حیرت زدہ رہ گیا کہ وہ حضرت الاستاذ قاری صاحب دامت برکاتہم کے روحانی پوتے تھے، حضرت کے اولین تلامذہ میں سے مرحوم قاری اسماعیل اسحاق افریقی کے شاگرد تھے۔

میرے ان مشاہدات کی روشنی میں حضرت الاستاذ کی شخصیت بلاشبہ اس شعر کی مصداق ہے۔

آپ کا فیض جا بجا	آپ کا لطف سو بہ سو
سینہ بہ سینہ دل بہ دل	خانہ بہ خانہ کُو بہ کُو

حضرت الاستاذ کا ایک مثالی کارنامہ

تجوید وقراءات کی تبلیغی جماعت

جس زمانے میں حضرت الاستاذ جامعہ ڈابھیل تشریف لائے تو عامۃ المسلمین یہاں تک کہ بعض اہلِ علم بھی ناواقفیت کی وجہ سے جب قراءاتِ سبعہ میں قرآن سنتے

تھے تو اشکال کرتے تھے اور بعض مرتبہ تو یہاں تک کہہ دیتے تھے کہ: یہ کیا غلط قرآن پڑھا جارہا ہے؟

حضرت الاستاذ قاری صاحب نے قراءاتِ سبعہ وعشرہ سے عامۃ المسلمین واقف ہوں اس غرض سے اُس دور میں تجوید وقراءات کے تعارف کی جماعت کا سلسلہ (تبلیغی جماعت کے نہج پر) شروع فرمایا:

مخصوص تلامذہ کو شبِ جمعہ میں اطراف وجوار کے دیہات میں بھیجتے تھے، وہ خود عشا کی نماز کے بعد اعلان کرتے تھے اور پھر الگ الگ قراءتوں سے قرآنِ مجید سناتے تھے اور ''سبعة أحرف'' پر ایک مختصر تقریر ہوتی تھی۔

یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلتا رہا جس سے عوام میں اس فن کے سلسلے میں بیداری آئی اور ناواقفیت ختم ہوئی۔

خود راقم الحروف کو بھی دو یا تین شہر میں اس طرح کی مجلس منعقد کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اگر قرآنِ مجید کی آخری سورتیں اور سورۂ فاتحہ۔ جو عامۃ المسلمین کو یاد ہوتی ہے۔ مختلف مواقع پر الگ الگ قراءتوں میں سنائی جائیں تو عوام میں واقفیت بڑھے گی اور اس مبارک فن سے ان شاء اللہ! مناسبت پیدا ہوگی۔

اس سلسلے میں دعوت وتبلیغ کے ذمے دار ایک بڑے عالمِ دین سے بندے نے سنا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ: میرا دل چاہتا ہے کہ ہر جماعت کے ساتھ ایک قاری بھی ہو جو سب ساتھیوں کا قرآن صحیح کروائیں اور ایک عالم ہو جو لوگوں کو مسائل سکھائے۔

حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حیات سراپا خدمتِ قرآن

حضرت الاستاذ قاری صاحب مدظلہ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمتِ قرآن کے لیے وقف کر دیا ہے۔

"اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" (بنی اسرائیل:۷۸) کی فضیلت حاصل کرتے ہوئے بہت سے طلبہ کا صبحِ صادق کے وقت قرآن سنتے ہیں، آپ کی نمازِ فجر کے بعد کی چہل قدمی بھی تلامذہ کا قرآن سننے کے ساتھ ہوتی ہے، درس کے لیے جاتے آتے مختلف طلبہ مقرر ہیں ان کا قرآن سنتے ہیں۔ غرض! صبح سے رات تک تمام تر اوقات قرآنِ مجید ہی کی خدمت کے لیے وقف ہیں۔

قطب را قطب می شناسد

میرے استاذِ محترم مرشدِ ثانی، مربی و مشفق و محسنی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی نے لجنۃ القراء جامعہ ڈابھیل کے سالانہ اجلاس میں ایک مرتبہ اپنی تقریر میں "الحزب الاعظم والورد الافخم" سے قرآنِ مجید کے متعلق یہ دعا پڑھی:

أَنْ تَرْزُقَنِيَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ، وَتُخْلِطَهُ بِلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَسَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ، وَتَسْتَعْمِلَ بِـهٖ جَسَدِيْ.

ترجمہ: تو مجھے قرآن عظیم کی دولت سے نواز اور اسے میرے گوشت، میرے خون اور میرے کانوں اور میری آنکھوں میں رچا بسا دے اور اپنی حفاظت اور قدرت سے اس پر میرے جسم کو عمل پیرا بنا دے۔ (الحزب الأعظم ص: ۱۸۹، مکتبۂ ارشاد، ڈابھیل)

پھر ارشاد فرمایا: واقعتاً حضرت قاری احمد اللہ صاحب کی شخصیت اِس دور میں اِس ماثور دعا کی مصداق ہے، قرآن کی خدمت کو آپ نے اپنی زندگی کا مشن بنالیا ہے۔

اہمیتِ اسناد کے پیشِ نظر اس کی تشہیر وتبلیغ کا انوکھا طریقہ

دورِ حاضر میں حضرت قاری صاحب کا در بابِ قرأت ایک امتیازی کارنامہ

ارکانِ قراءاتِ صحیحہ میں سے ایک اہم رکن۔ جس کو محققِ فن علامہ ابن الجزریؒ نے ''رکنِ اعظم واقوم'' لکھا ہے۔ اتصالِ سند ہے، جس سے آج تقریباً غفلت برتی جارہی ہے، لوگوں کی اس غفلت کو دور کرنے اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے حضرت نے ایک انوکھا طریقہ اپنا رکھا ہے کہ اپنے تلامذہ کو پابند بناتے ہیں کہ جب بھی مجمعِ عام میں تلاوت کریں تو پہلے کس امام کی کس روایت کو کونسے طریق سے پڑھنے والے ہیں اس کا اجمالاً اعلان کریں اور پھر قرأت کی مذکور روایت کی سند اس کے خاص طریقے سے اصل امام تک بیان کرکے متصل کریں۔

اِس کا نقد فائدہ یہ ہوا کہ پچھلے چند سالوں سے دیگر مدارسِ عربیہ کے علما وقرا نے بھی یہ سلسلہ اپنے تئیں شروع کردیا ہے اور بتدریج لوگوں کی؛ بالخصوص طلبہ کی توجہ اب اس طرف ہورہی ہے۔

نوٹ: قراءاتِ صحیحہ کے تین ارکان ہیں:

(۱) وُجوہِ عربیہ نحویہ میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہوں۔

(۲) رسمِ عثمانی کے موافق ہوں۔

(۳) صحیح متصل سند کے ساتھ ثابت ہوں (از: مقدمة النشر)

پچھلے چند سالوں سے حضرت نے اس طرز پر پڑھانا شروع کیا ہے، یہ ایک منفرد اور انوکھا سلسلہ ہے، دنیا کے نامور قرائے کرام سے بندے کو استفادے کی سعادت حاصل ہوئی؛ لیکن کسی جگہ طُرُق یاد کروا کر طُرُق کی روشنی میں قراءات پڑھانے کا سلسلہ نہیں دیکھا۔

برِّ اعظم افریقہ کے ملک ملاوی کے مفتیٔ اعظم اور امام القراء شیخ عباس سے بھی تفسیر، تجوید، حدیث کی سند حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جن کا علمی سلسلہ ملاوی، تنزانیا، زانزی بار وغیرہ ممالک میں پھیلا ہوا ہے، نیز حرمِ مقدس کے ائمہ اور مصر کے نامور قرّا کی مجلس سے استفادے کا موقع ملا؛ لیکن کسی جگہ اس طرز سے تعلیم کا سلسلہ نہیں دیکھا۔

میرے مخلص دوست اور حضرت الاستاذ قاری صاحب کے ایک شاگرد قاری یوسف دَرُوان صاحب ۔ جو دار العلوم ڈیوز بری، برطانیہ کے نامور استاذ اور محقق عالم ہیں ۔ اطرافِ عالم کے قرّائے کرام سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ: میں نے کہیں پر اس طرز کی تعلیم نہیں دیکھی، اس دور میں حضرت الاستاذ قاری صاحب کے اس طرزِ تعلیم کی روشنی میں، میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ:

آپ فنِ تجوید وقراءات میں اِس دور کے مجدد ہیں۔

۱۹۹۷ء میں حرمین شریفین کی پہلی حاضری کی سعادت کے موقع پر مدینۂ منورہ میں اصلاً افغانی النسل قاری صاحب کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا، بہت ہی نورانی شکل وصورت تھی، عرب وعجم کے طلبہ کی ایک بہت بڑی جماعت روزانہ ان کے

حلقۂ درس میں شریک ہوتی تھی، ان کے بارے میں مشہور تھا کہ مسجدِ نبوی میں آپ کے درس کی مقبولیت کی منامی بشارت حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی طرف سے حاصل ہوئی ہے، میرے مخدوم زادے مفتی اسعد خانپوری زید مجدہم کی معیت میں ان کی بابرکت نسبت حاصل کرنے کی نیت سے ہم نے ان کی خدمت میں مشق کی درخواست کی، تین چار روز مسلسل مختلف سورتیں سنانے کی سعادت حاصل ہوئی، موصوف قاری افغانی صاحب نے مجھ جیسے کمزور مشق اور بھائی مفتی اسعد صاحب کا قرآن سن کر فوراً ارشاد فرمایا:

آپ دونوں نے کسی ماہرِ فن سے علمِ تجوید وقراءات کو حاصل کیا ہے۔

عصرِ حاضر میں آپ کا ایک اور تجدیدی کارنامہ

عورتوں میں فنِ تجوید وقراءات کی اشاعت کی فکر

ایک عرصے سے حضرت الاستاذ مدظلہم العالی کو عورتوں میں صحیح قرآن کی تعلیم عام ہو اس کا فکر دامن گیر ہے، بار بار راقم الحروف سے اس سلسلے میں تاکید فرماتے رہے، حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ: کیا عورتوں کے لیے صحیح قرآن پڑھنا ضروری نہیں؟ پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں کی جاتی؟

جب دارالاحسان نواپور میں بنات کا شعبہ قائم ہوا تو خود حضرت قاری صاحب تشریف لائے اور بچیوں کا قرآن سنا اور اپنے ایک شاگرد عزیزم قاری جمیل صاحب نویٹھا کو مامور فرمایا کہ: اپنی اہلیہ کو وہاں حاضر رکھ کر روزانہ آدھا گھنٹہ طالبات کے مخرج کی تصحیح اور مشق کرائیں، حضرت قاری صاحب نے مولانا کو دوسری یہ بات بھی تاکیداً ارشاد فرمائی کہ: اپنی بیوی کے مخارج کی تصحیح کرادیں، پھر ان کے ذریعہ طالبات کے

مخارج کی تصحیح کرائیں۔

خود حضرت قاری صاحب ایک عرصے تک مسلسل اون کے مدرسے میں معلمات کو مشق کرانے کے لیے بذاتِ خود تشریف لے جاتے رہے اور اِس وقت ڈابھیل میں دوپہر اور عصر کے بعد اپنے آرام کے اوقات کی قربانی دے کر طالبات اور معلمات کی ایک جماعت کو قراءاتِ سبعہ پڑھا رہے ہیں۔

عورتوں میں تجوید وقراءات کا عجیب واقعہ

اس پر مجھے اپنے پیر ومرشد فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ سے سنا ہوا ایک واقعہ یاد آیا، جس کی تصدیق مع تفصیل استاذی و مشفقی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم العالی سے بھی ہوئی۔

ملک کی تقسیم سے پہلے پانی پت میں قرآنِ مجید کے حفظ اور تجوید وقراءات کا ایک عام ماحول تھا، یہاں کی عورتیں بھی اس فن کی ماہرہ ہوا کرتی تھیں، ایک عورت روٹی پکاتے ہوئے اپنے بچے کا قرآن سن رہی تھی، جب بچہ سورۂ یوسف میں ”لا تأمنا علی یوسف“ پر پہنچا اور بچے نے ادغام بلا اشمام کیا۔ جو امام حفصؒ کی روایت کے مطابق غلطی تھی۔ تو اس کی والدہ نے آٹے والے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے، پھر بچہ کے ہاتھ سے قرآنِ مجید لے لیا، قرآن بند کر کے اپنی بغل میں دبا دیا اور اپنے بیٹے کی گوشمالی کی، اور ایک چپت لگائی اور ماں نے اپنے بیٹے سے کہا: تجھے معلوم نہیں، یہاں امام حفص کے نزدیک ادغام مع الاشمام یا ادغام مع الروم ہے۔

اس واقعے سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) اُس زمانے میں پانی پت کی عورتیں تک اصولِ تجوید اور اختلافِ قراءات سے واقف تھیں۔

(۲) وہ ایسی نیک عورتیں تھیں کہ باوضو روٹی پکایا کرتی تھیں، تب ہی تو قرآن ہاتھ میں لیا، جس کے اچھے اثرات ان کی اولاد میں آنا لازم تھے۔

(۳) گھریلو کام کاج کے ساتھ بچوں کی تعلیم وتربیت کا فکر۔

مدینۂ منورہ کے ایک مشہور عالمِ دین کی شہادت

۴؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۸؍فروری ۲۰۱۱ء عالمِ اسلام کے مشہور محدث اور مصنف شیخ عائض القرنی کی ایک وفد کے ساتھ مدینۂ منورہ سے جامعہ ڈابھیل میں تشریف آوری ہوئی، اس موقع پر حضرت الاستاذ قاری صاحب کے تین شاگرد: عزیزم قاری عبد الرحیم دیولوی، عزیزم قاری احمد ہتھوڑا اور عزیزم قاری سعید کاوی ۔سلّمہم اللہ۔ نے مختلف روایات میں مع طریق وسند تلاوت کی۔

اس پر مہمانِ مکرم شیخ عائض القرنی اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنے خطاب میں اس کا خصوصی تذکرہ فرمایا، آپ کی بات کا خلاصہ یہ تھا کہ:

جب آج ہمارے بلادِ عرب میں ہمارے عوام اور ہمارے بہت سے علما ائمۃ القراءات: امام نافع، قالون، ورش، کے نام تک سے واقف نہیں ہیں، ایسے دور میں یہاں پر ان کی مکمل سند اور طرق کے تسلسل کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت ہوتی ہے؛ یہ واقعی بڑی حیرت کی بات ہے۔

حقیقت میں یہ سب فیض حضرت الاستاذ قاری صاحب مدظلہ العالی کا ہے۔

مفکّرِ اسلام حضرت مولانا سید علی میاں صاحب ندویؒ کا ایک ملفوظ

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ فرمایا کرتے تھے: کسی بھی فن میں ترقی، شہرت اور مقبولیت کے لیے دو چیزیں شرط ہیں:

(۱) اخلاص (۲) اختصاص۔

حضرت الاستاذ قاری صاحب دامت برکاتہم میں یہ دونوں خوبیاں بحمد اللہ! موجود ہیں، آپ فنِ تجوید وقراءات میں کامل مہارت کے ساتھ ہمیشہ شہرت طلبی سے دور رہتے ہیں، حضرت کی بس ایک ہی بات ہوتی ہے:

بھائی کام کرو اور دوسری چیزوں کے چکروں میں مت پڑو۔

ہجومِ بلبل ہوا چمن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں اکبر قدر دانوں کی، کرے تو کوئی کمال پیدا

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے اور آپ کے ظلِّ شفقت سے ہم تمام کو مستفید فرمائیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

نوٹ: یہاں ''تذکرۂ قاریان بارڈولی'' کے عنوان سے لکھا ہوا مقالہ مکمل ہوا۔

اِس مقالے میں میرے والدِ مرحوم قاری سلیمان حافظ جی صاحب کا تذکرہ ایک مضمون کی شکل میں تھا؛ لیکن اس سوانح حیات میں ان کا تفصیلی تذکرہ ہو گیا ہے؛ اس لیے اُس مضمون کو اس مقالے سے حذف کر دیا ہے۔